زبردست قابلیت رکھتے ہیں۔ بظاہر ان کا کام اپنے ہم مذہبوں کا تزکیہ نفس ہے، لیکن حقیقت میں یہ لوگ مسلمانوں کے اندر اسی جذبہ جہاد کو بیدار اور زندہ کر رہے ہیں جو صلیبی جنگوں کے دوران مسلمانوں میں پیدا ہوا تھا۔ میرے لئے عزت اور عظمت کے بغیر ان کا ذکر ممکن ہی نہیں۔ ان میں سے ہر آدمی مستعد جوانوں کی طرح کام کرتا ہے۔ ان کا جوش وجذبہ اور اپنے نصب العین سے والہانہ لگاؤ حیرت خیز ہے۔ موت کو ہر وقت گلے لگانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ان کی رہنمائی آج کل ایک شخص مولوی یحیٰی علی کرتا ہے۔ یہ عجیب وغریب شخص ہے۔ اس نے اپنی جماعت کا نظام اس عمدگی سے قائم کیا ہے گویا کہ ایک سلطنت چلا رہا ہے جس کا ہر کل پرزہ اپنی اپنی جگہ حرکت میں ہے اور صحیح کام کرتا ہے اس شخص نے ایک خفیہ اور خاص زبان ایجاد کی ہے جسے اس جماعت کے لوگ پیغامات بھیجنے میں استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے ایسے ذرائع تلاش کر رکھے ہیں جن کے ذریعے پورے اطمینان سے بڑی بڑی رقمیں سلطنت کے مرکز سے سرحد پار باغیوں کے کیمپ (ستھانہ) بھیجتے ہیں۔ یہ مسجدوں میں وعظ اور تقریریں کرتے اور مذہبی دیوانوں کی فوج کو بندوقیں جانچ کر بھجواتے ہیں۔ ان کا سب سے نازک کام پٹنہ کی چھوٹی خانقاہ، سے سرحد پار باغیوں کے مرکز ''بڑی خانقاہ'' کو رنگروٹ بھیجنا ہے۔ بنگالی مسلمانوں کو، جو سرحد میں جا کر انگریزی فوج سے لڑنے کے خواہش مند ہیں، انہیں پنجاب اور شمالی مغربی ہندوستان کے وسیع صوبوں میں سے ہو کر تقریباً دو ہزار میل کا سفر طے کرنا پڑتا ہے۔ جہاں ہر گاؤں میں ان کی جسمانی شکل اور زبان انہیں اجنبی ثابت کرتی ہے، لیکن ان خطرناک مراحل میں یحیٰی علی ہی کی ذہانت اور انتظامی قابلیت کام آتی ہے۔ اس شخص نے اس طویل راستے پر جا بجا اپنے آدمی مقرر کر رکھے ہیں جن پر پورا پورا بھروسہ کیا جاتا ہے۔ یحیٰی علی کی مردم شناسی اور حسن انتخاب قابل داد ہے کہ ان آدمیوں میں سے ایک آدمی کو پکڑے جانے کا خوف شناخت ہو جانے کا خطرہ، انعام کا لالچ اپنے رہنماؤں اور پیشواؤں کے خلاف آمادہ نہیں کر سکتا۔''

جماعت مجاہدین کی وسعت اور کردار کے بارے میں بنگال کا انگریز پولیس کمشنر یہ شہادت دیتا ہے: ''اس جماعت کے ایک ایک مبلغ کے پیرو اسی ہزار مسلمان ہیں۔ ان میں مکمل مساوات قائم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مشرقی بنگال میں ہر مبلغ بغاوت کے رنگ میں رنگ چکا تھا اور پٹنے سے سمندر تک گنگا کے تمام راستے میں مسلمان کسان، باغیوں کے مرکز کے لئے ہفتہ وار امداد دیتے ہیں، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جوش جہاد میں یہی کمزور اور بزدل بنگالی مسلمان سرحد کے افغان سے کم نہیں۔''

نصیحت کرنے میں رازداری

جس نے اپنے بھائی کو مخفی طور پر اس کے عیب پر نصیحت کی اس نے اس کی خیر خواہی کی۔
مگر جس نے لوگوں کے سامنے نصیحت کی تو اس نے اس کو ذلیل کیا۔
(گویا اس طرح نصیحت کرنا ناپسندیدہ عمل ہے)

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ

عن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

طاہر جیلانی

فاروقی دور میں بیت المقدس کا معاہدہ

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بیت المقدس بغیر جنگ کے فتح ہوا۔ عیسائی علماء نے جب انجیل میں وہ نشانیاں دیکھیں، جو فاتح بیت المقدس کے لیے تحریر شدہ تھیں، "ومثلهم فی الانجیل" (القرآن) تو انہوں نے سیدنا عمر فاروقؓ کو بیت المقدس میں، مدینہ طیبہ سے بلا کر شہر کی چابیاں حوالے کیں۔ اس طرح بیت المقدس عیسائیوں کے تسلط سے نکل کر اسلامی حکومت میں شامل ہوگیا۔ اس موقعہ پر سیدنا عمر فاروقؓ نے عیسائیوں سے ایک معاہدہ کیا جو "معاہدہ بیت المقدس" کے نام سے مشہور ہے۔ وہ کچھ اس طرح ہے:

"یہ وہ امان ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المؤمنین عمر نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذاہب والوں کے لیے ہے۔ یہ طے ہے کہ ان کی گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو نہ ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ ایلیا والوں پر اور شہروں کی طرح جزیہ فرض کردہ ہے۔ وہ اپنے شہر سے یونانیوں اور ڈاکوؤں کو نکال دیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا، اس کی جان اور مال کو امن ہے تاآن کہ وہ اپنی جائے پناہ میں پہنچ جائے۔ اگر چاہیں تو وہ بھی امن کے ساتھ القدس میں رہ سکتے ہیں۔ ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ نکل جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ میں نہ پہنچ جائیں۔ جو کچھ اس میں تحریر ہے، اس پر خدا کا اور خدا کے رسول کے خلیفہ اور مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ اس تحریر پر گواہ ہیں: خالد بن ولید، عمرو بن عاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) یہ معاہدہ ۱۵ھ میں لکھا گیا۔"

اس فاروقی فرمان میں یہ بات واضح ہے کہ عیسائیوں کے جان، مال اور مذہب ہر طرح سے محفوظ رہیں گے۔ کسی قوم کو جو بھی حقوق حاصل ہوتے ہیں وہ ان تین چیزوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ گرجے اور چرچ کی بابت یہ تصریح ہے کہ وہ نہ توڑے جائیں گے نہ ان کی عمارت کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کے احاطوں میں دست اندازی کی جائے گی۔ مذہبی آزادی کے متعلق واضح ارشاد ہے کہ: "لا یکرهون علیٰ دینهم" دین کے متعلق کوئی جبر نہیں ہوگا۔

چونکہ عیسائیوں کا خیال تھا کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے صلیب پر لٹکا کر قتل کیا تھا اور یہ واقعہ خاص بیت المقدس میں پیش آیا تھا، اس لیے ان کی خاطر یہ شرط منظور کی گئی کہ یہودی بیت المقدس میں نہ رہیں گے۔ یونانی باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں سے لڑتے رہتے تھے، وہی مسلمانوں کے اصل دشمن تھے، تاہم ان کے لیے بھی یہ رعایتیں ملحوظ رکھی گئیں کہ بیت المقدس میں رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں اور نکل جانا چاہیں تو نکل سکتے ہیں۔ دونوں حالتوں